

اندازِ خطبہ فدک

<"xml encoding="UTF-8?">

درحقیقت جناب زہراؑ اور حضرت علیؑ کو دنیاوی مال و متاع سے تہی دست کرنا تھا تاکہ وہ بے دست و پا ہوجائیں اور نئی حکومت کے لئے کسی قسم کا خطرہ نہ بن سکیں اور ان کی حکومت اطمینانِ خاطر کے ساتھ اپنی جڑوں کو مضبوط کر سکے۔

عوام کو بھی لوگوں کے باطن کا علم نہیں ہوتا، وہ تو بظاہر یہی دیکھتے ہیں کہ نئی حکومت متعدد مسائل سے دوچار ہے اور اسے مالی تعاون کی اشد ضرورت ہے اور دوسری طرف حضرت علیؑ و زہراؑ کا خاندان ایکزاد، قناعت پسند اور محنتی خاندان ہے کہ جنہیں مالِ دنیا سے جیبوں کو بھرنے کی نہ صرف یہ کہ کوئی آرزو نہیں ہے بلکہ وہ تو اس سے بیزار ہی ہیں۔

جناب زہراؑ کا تعلق ایک ایسے خاندان سے ہے جس نے اسلام کی خاطر سب سے زیادہ قربانیاں دی ہیں۔ طبیعی طور پر لوگوں کو یہی توقع ہوتی ہے کہ اب بھئیویسی ہی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر قربانیاں دیں گے اور نہ صرف یہ کہ نئی حکومت سے کسی مال کا مطالبہ نہیں کریں گے بلکہ اپنا مال بھی ماضی کی طرح بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اسلامی حکومت کے حوالے کر دیں گے اور اسلامی نظام کو انحطاط سے بچانے اور سامراجی اور طاقتور حکومتوں کو مدینہ پر حملہ کرنے سے روکنے کے لئے خلیفہ کی مدد بھی کریں گے۔ اس صورتحال میں اگر وہ انحرافات کو بیان کرنا چاہیں تو اس پر کوئی توجہ نہ دے گا اور ان کی باتوں کو دوسرے معاملات پر حمل کیا جائے گا خصوصاً اگر پروپیگنڈہ مشنری دوسروں کے ہاتھوں میں ہو۔

ایسی فضا میں صراطِ مستقیم سے حکومتی انحراف کو بیان کرنا بہت دشوار ہوتا ہے۔ کیونکہ عوام نہ صرف یہ کہ تشخیص نہیں دے سکتے کہ حکومت صراطِ مستقیم سے منحرف ہو چکی ہے بلکہ وہ تو حاکم کی مخالفت کو زمینی حالات سے ناواقفیت، روم و ایران کی سلطنتوں کی سازشوں سے غفلت اور موقع پرست نومسلموں کی موقع پرستی سے چشم پوشی اور منافقوں کی ریشہ دوانیوں سے لاپرواہی شمار کرتے ہیں۔

لہذا اجنبِ فاطمہؑ جو کہ اس فضا کو توڑنا چاہتی ہیں' کے لئے ضروری تھا کہ سب سے پہلے اپنا علمی و ادراکیمقام، عقل و درایت اور اپنے جذبات پر کنٹرول کی صلاحیت کو لوگوں کے سامنے ثابت کریں۔ موجودہ اور گذشتہ حالات کو عقل و درایت کے ساتھ لوگوں کو بتائیں تاکہ کوئی ان پر زمینی حالات سے بے خبری کی تہمت نہ لگا سکے۔ توحید و نبوت وغیرہ کی وضاحت کریں اور اپنا مقصد بیان کریں تاکہ لوگ آپ کو دنیا پرست نہ سمجھیں۔ اسی کے ضمن میں انحرافات کا بھی ذکر کریں اور اس پر اصرار کریں تاکہ لوگ اس جانب متوجہ ہوجائیں۔

لہذا مسجد کی جانب جانے کیآپؑ کی کیفیت مخصوص تھی۔ لباس کا انداز، مسجد میں داخلے کی کیفیت، آپؑ کیگریہ و زاری، آپؑ کے خطبہ کا انداز، ان سب میں ایک خاص روش نظر آتی ہے تاکہ اس ایک خطبے کے ذریعے وہ عظیم مقصد حاصل ہو جائے جو آپؑ کے پیشِ نظر تھا۔ اگرچہ اس زمانے میں وہ مقاصد حاصل نہ ہوئے لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہی ہی کی سچائی اور حاکموں کا انحراف ثابت ہو گیا۔

آپؑ کا چلنے کا انداز:

آپؑ نے اس وقار کے ساتھ راستہ طے کیا کہ لوگوں نے کہا: آپؑ کا چلنا رسول اللہ ؐ کی چال سے کسی طرح کم نہ تھا۔ گویا یہ نبی اکرمؐ تھے جو پورے وقار کے ساتھ، کسی اضطراب کے بغیر اور بھرپور اطمینان کے ساتھ قدم اٹھا رہے تھے۔ جب آپؑ مسجد میں پہنچیں تو وہاں خلیفہ وقت مسلمان مہاجرین و انصار کے درمیان موجود تھے۔ بی بی زہراؑ تنہا وہاں نہیں پہنچیں کہ جس سے آپؑ کا یہ عمل ایک جذباتی عمل محسوس ہو بلکہ خاندان کی بعض عورتوں کے ساتھ مسجد میں داخل ہوئیں۔ آپؑ کا لباس اتنا لمبا تھا کہ پیر بھی چھپے ہوئے تھے یہاں تک کہ چلتے ہوئے دامن قدموں تلے آجاتا تھا۔

اس طرح چلنے کا مقصد یہ تھا کہ آپؑ یہ بتا دیں کہ آپؑ کا نکلنا اور مسجد میں آنا بابا کی جدائی کے ہیجان اور جذبات کی بنیاد پر نہیں ہے بلکہ شعور و آگہی کے ساتھ اور ایک خاص مقصد کے تحت ہے اور کسی اہم بات کے بیان کے لئے آپؑ تشریف لائی ہیں۔

طبیعی طور پر غمزدہ لوگوں نے جب بی بی فاطمہؑ اور دوسری عورتوں کو مسجد میں آتے ہوئے دیکھا تو ان کے لئے ایک مخصوص جگہ خالی کردی اور سفید پردہ تان دیا تاکہ عورتیں غم منا سکیں۔ لیکن مسلمانوں کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوا کہ یہ کونسا وقت ہے کہ جب بی بی فاطمہؑ مسجد میں تشریف لائی ہیں؟ کیا بابا کی وفات کا غم آپؑ کو یہاں کھینچ لایا ہے؟ کیا بابا کا کوئی واقعہ یا کوئی جملہ آپؑ کو یاد آگیا ہے؟ آپؑ کیوں خاموشی سے، کسی شور و فغاں کے بغیر حتیٰ کہ جذبات و احساسات کی شدت اور گریہ و زاری کے بغیر جو کہ عام طور پر تمام عورتوں کا خاصہ ہے، مسجد میں آئی ہیں؟ اتنے وقار کے ساتھ اپنے بابا کے سے انداز میں کیوں تشریف لائی ہیں؟

بی بی زہراؑ کا گریہ کرنا اور خاموشی اختیار کرنا:

پردہ تان دیئے جانے کے بعد یکایک بی بی نے جانسوز آہ بھری، جس سے پورے مسجد آہ و فغاں سے لرز اٹھی۔ سب لوگ بے اختیار رونے لگے۔ اس کے بعد آپؑ نے کچھ دیر سکوت اختیار کیا یہاں تک کہ لوگ خاموش ہو گئے اس کے بعد آپؑ نے خطبے کا آغاز کیا۔

قابلِ توجہ نکتہ یہ ہے کہ بی بی نے مسجد میں داخل ہوتے وقت گریہ کیوں نہیں کیا؟ پردہ ڈالتے وقت آپؑ کیوں خاموش تھیں؟ اور درد بھری آہ بھرنے کے بعد آپؑ خاموش کیوں ہو گئیں؟ جب کہ مہاجرین و انصار اس وقت گریہ کر رہے تھے۔ یاد رہے کہ عورتوں کی طبیعت نازک ہوتی ہے اور ایک عورت کو تو دوسروں سے زیادہ گریہ کرنا چاہئے جب کہ آپؑ تو آنحضورؐ کی دختر تھیں لہذا آپؑ کا گریہ تو سب سے زیادہ اور سب سے طویل تر ہونا چاہئے تھا۔ پھر کیوں آپؑ نے یکایک خاموشی اختیار کر لی اور اس کے بعد کافی دیر تک سکوت اختیار کیا یہاں تک کہ دوسرے لوگ خاموش ہو گئے؟ یہ سب کس لئے تھا؟

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بی بی فاطمہؑ اپنی اس متوازن چال ڈھال اور اختیاری گریہ سکوت کے ذریعے سے جذبات پر اپنے کنٹرول کی نشاندہی کرنا چاہتی ہیں اور بتانا چاہتی ہیں کہ اگرچہ آپؑ نے ایسے عظیم باپ کو کھویا ہے جس کے غم میسپوری کائنات نوحہ کناں ہے، حالانکہ خود آپؑ ہی دوسری جگہ فرماتی ہیں کہ "مجھ پر زمانے نے ایسے ستم ڈھائے ہیں کہ اگر روشن دنوں پر پڑتے تو ہسیاہ راتوں میں تبدیل ہو جاتے"، اگرچہ کہ آپؑ ایک عورت ہیں اور مشکلات و مصائب کو برداشت کرنا عورتوں کے لئے زیادہ دشوار ہے، اور یہ کہ گریہ وزاری اختیاری نہیں ہوتا لیکن

وہ چاہتی ہیں کہ شجاعت، شہامت اور اپنے جذبات پر کنٹرول کا مظاہرہ کریں اور بتا دیں کہ ہم سب غمزدہ ہیں لیکن میں ایک لمحے میں رو سکتی ہوں اور اگلے لمحے میں سکوت اختیار کر سکتی ہوں۔ میپورے وقار اور شان کے ساتھ قدم اٹھا سکتی ہوں اور جب دوسرے لوگوں کا گریہ پورے عروج پر ہو تو میں خاموش ہو سکتی ہوں۔

خطبے کے آغاز میں پرجوش کلمات کا انتخاب:

اس کے بعد آپؑ نے خطبے کا آغاز کیا۔ لیکن ایسا خطبہ کہ جو گریہ و اشک کے ساتھ نہیں ہے۔ ایسا خطبہ کہ جس میں آواز میں اضطراب نہیں ہے بلکہ پاٹ دار اور مضبوط ہے۔ استعمال ہونے والے الفاظ کا لہجہ جوشیلے انداز کی غماز کرتا ہے۔ عام طور پر جب کوئی سوز و گداز کے ساتھ خطبہ دینا چاہے تو ایسے کلمات کا انتخاب کرتا ہے جس کے حروف کھینچے جاسکیں مثلاً ایسے کلمات جو "ین" یا "ون" پر ختم ہو رہے ہوں۔ مثال کے طور پر "الحمد لله رب العالمین، باری الخلاق اجمعین، مالک يوم الدين، مبيير الظالمین" تاکہ اگر کہیں آواز بھرا جائے اور آنسو اس کے گلے میں رکاوٹ پیدا کر دیں تو وہ حروف مد ('و' اور 'ی') کو کھینچ کر اس کی تلافی کر سکے۔ اور اگر کسی کو معلوم نہ ہو کہ آگے اس کی کیا کیفیت ہوگی تو وہ بھی احتیاطاً ایسے کلمات کا انتخاب کرتا ہے لیکن جناب زہرائے مرضیہ نے ایسے کلمات کا انتخاب کیا کہ جس میں معمولی سی لرزش اور اضطراب کا اثر بھی واضح نظر آتا ہے۔ چنانچہ بلند آواز سے فرمایا:

الحمد لله علي ما الهَم، و له الشكر علي ما انعم، و الثناء بما قدّم، من عموم نعمة ابتدآها، و سبوغ آلائسدادها، و تمام من اولها، جمّ عن الاحصاء عددها و نآي عن الجزائامدها و تفاوت عن الادراك ابدها، و ندبهم لاستزادتها بالشكر لاتصالها واستحمد الى الخلاق باجزالها و ثني بالندب الي امثالها۔۔۔

ان الفاظ کے معانی کی گہرائیاں جاننے کے لئے شرح کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے فی الوقت ہمارا مقصد کلمات کی ہم آہنگی، ان کی ترتیب اور ان کے آخری حروف ہیں کہ جن پر یہ کلمات ختم ہوتے ہیں۔ ہر قاری ان کلمات کو روتے ہوئے، بھرائی ہوئی اور گلوگیر آواز میں خود پڑھ کر دیکھ سکتا ہے کہ یہ کلمات ان حالتوں میں پڑھنے کے لئے نہیں ہیں۔ لہذا قطعاً بی بی زہراؑ اس خطاب کے وقت گریہ وزاری نہیں کر رہی تھیں بلکہ ایک شعلہ بیاں، پُرجوش اور فصیح و بلیغ مقرر کی طرح ان کلمات اور ان جملوں کو پے در پے بلند آواز سے ادا کر رہی تھیں۔

بزرگ ادیب اور اس خطبہ کا مقدمہ:

بہت جلد قوم کے بزرگ، صاحبانِ علم و دانش اور جو لوگ اجتماعی اور روحی معاملات کی سوجھ بوجھ رکھتے تھے، وہ سمجھ گئے کہ بی بی ایک عام شخصیت نہیں ہیں؛ یہ وہ غمزدہ عورت نہیں ہیں جسے باپ کی موت نے بدحواس کر دیا ہو اور وہ اپنے آپ پر قابو نہ پارہی ہو اور خود کو رونے سے نہ روک سکتی ہو بلکہ یہ وہ خاتون ہیں جو شعوری طور پر ایسے کلمات کا انتخاب کرتی ہیں جو جوش و خروش کی حالت میں انسانی ذہن سے ابھرتے ہیں۔ آپؑ کے خطاب کو ایک دانشور اور صاحبِ حکمت انسان کا کلام سمجھنا چاہئے اور انہیں دل و جان سے سماعت کرنا چاہئے۔

جناب زہراؑ نے ان حرکات و سکنات کے ذریعے اور فراز و نشیب کو اختیار کر کے ابتدائ ہی میں یہ ثابت کر دیا کہ یہ خاندانی جذبات و احساسات نہیں تھے جو انہیں مسجد میں کھینچ لائے ہوں اور انہیں خطبہ دینے پر مجبور کر دیا ہو، بلکہ اس سے اہم کوئی اور مقصد ہے جس کا بیان ہونا ضروری ہے۔ آپؑ کا مسجد میں داخل ہونے کا انداز

اور خطبہ شروع کرنے کا طریقہ اور ابتدائی کلمات نے اس طرح سب کو فریفتہ کر لیا ہے کہ ابن ابیالحدید معتزلی نے اپنی شرح نہج البلاغہ میں حضرت علیؑ کے خط نمبر ۴۵ کی شرح میں، جو آپؑ نے عثمان بن حنیف کو لکھا تھا اور اس میں فدک کا ذکر آیا ہے، بی بی کے خطبے کا کچھ حصہ نقل کیا ہے اور اس سے پہلے آپؑ کے مسجد میداغل ہونے کا انداز، گریہ و زاری، سکوت و ابتدائی کلمات کا ذکر کیا ہے اور اس کے بعد فدک کے بارے میں امامؑ کے جملات کی تشریح کی ہے۔

ابن ابیالحدید کا ان چیزوں کو بیان کرنا یہ بتاتا ہے کہ یہ باتیں اس کی نظر میبھی بہت اہمیت کی حامل ہیں بصورتِ دیگر وہ ان مقدمات کا ذکر نہ کرتا اور براہِ راست فدک سے متعلق گفتگو کو نقل کرتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہادیوں اور دانشوروں کی نگاہ سے بی بی کا ان حرکات و سکنات سے جو مقصد تھا وہ پوشیدہ نہیں رہا ہے اگرچہ عوام الناس اس وقت آپؑ کے مقصد کو نہ سمجھپائی ہو۔ بنابرین، جناب فاطمہؑ نے وقت گزرنے کے ساتھ اپنا مقصد حاصل کر لیا ہے اور وہ یہ تھا کہ اپنی شخصیت کے مختلف پہلووں پر روشنی ڈالیں اور انحرافاتِ دربار سے پردہ اٹھائیں۔

خطبہ جناب زہراءؑ کا جائزہ:

چونکہ فی الوقت ہم جناب زہراءؑ کے خطبے کی شرح نہیں کرنا چاہتے اور ہمارینگاہ اس خطبے کے فلسفے اور مقصد کی طرف مرکوز ہیں اور ہم یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ بی بی نے اس خطبے کے ذریعے اپنی شناخت کرواتے اور اپنے علم وشعور اور مہارت کو ثابت کیا اور واضح کیا کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمانا کہ "فاطمہ بضعة منی" یا "فداھا ابوھا" رشتہ داری کی بنیاد پر نہیں تھا بلکہ آپؑ کی ذات ایک ایسا گوہر گرانمایہ تھی جسے کسی نے نہ پہچانا اور اس خطبے میں صرف اس کا ایک پہلو سامنے آیا ہے اور یہ کلام آپؑ کے نور کی ایک معمولی تجلی گاہ بن گیا ہے، اس لئے ہم اس خطبے کے ضمنی پہلووں کی طرف توجہدیں گے۔

یہ خطبہ تقریباً ۱۲۰ سطروں پر مشتمل ہے جس کا دس فیصد حمدباری تعالیٰ، دس فیصد توصیفِ رسالت مآبہ، پانچ فیصد توصیفِ قرآن، تقریباً دس فیصد فلسفہ احکام کا بیان ہے۔ اس حصے میں دین اسلام کے ۲۰ بنیادی موضوعات اور ارکانِ اسلام کی حکمت اور ان کا فلسفہ بیان ہوا ہے۔ اس کے دس فیصد حصے کو رسول اللہ ﷺ کے کاموں سے مختص کیا ہے تاکہ یہ بتائیں کہ لوگوں کو کہاں سے کہاں پہنچایا اور پانچ فیصد میں حضرت علیؑ کی قربانیوں کا تذکرہ ہے جب کہ دوسرے لوگ تن آسانی میں مشغول تھے۔ یہاں تک خطبہ نصفہوجاتا ہے۔ یہاں سے بی بی معاشرے کے انحرافات کا ذکر چھیڑتی ہیں اور شیطان کی سازشوں نیز انحرافات کے تلخ اثرات کا بیان کرتی ہیں جس سے لوگ جلد دوچار ہونے والے ہیں۔ یہ بھی خطبے کا دس فیصد حصہ ہے۔ اس کے بعد فدک کا بیان شروع کرتی ہیں جس میں دلائل ہیں اور قرآن مجید کی پانچ آیتوں کے ساتھ یہ حصہ بھی دس فیصد ہو جاتا ہے۔

بالفاظِ دیگر اس خطبے میں فدک پر اپنے حق کا دفاع کرنے کے لئے نصف حصہ مختص فرمایا جس میں حمدِ خدا اور توصیفِ نبیہ بھی شامل ہے۔ شاید بی بی کو یہ برحق توقع تھی کہ خطبے کے اتنے حصے سے حاکم اپنی غلطی کو سمجھ لے اور خود کو اس مقام سے ہٹ لے جس کا پہلا ہی قدم غلط اٹھا تھا یا مسلمان اس کو برطرف کرنے کا سوچیں لیکن جب آپؑ نے دیکھا کہ ایسا نہیں ہوا تو اگلی تیس سطروں میں انصار سے خطاب کیا جس میں ان کی قربانیوں اور اسلام میں ان کا سابقہ دہرایا اور ان سے کہا کہ وہ اٹھ کھڑے ہوں اور جو ظلم آپؑ پر ہوا ہے اس کا دفاع کریں۔ لیکن ایسا بھی نہیں ہوا اور وہ بی بی پر ہونے والے ظلم کے خلاف مہر سکوت توڑنے پر

بھیرضامند نہ ہوئے۔ اور اس طرح خطبے کا دوسرا نصف حصہ بھی پورا ہوا۔

شایدیہ حتمی طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس زمانے کے بہت سے لوگ بی بی فاطمہؑ کے کلمات کے استعمال پر دقتِ نظر سے غافل تھے اور اسے ایک اتفاق سمجھ رہے تھے لیکن آج جب اس خطبے کی تحریر اپنے سامنے رکھتے ہیں تو اس خطبے میں پوری تدبیر اور تنظیم نظر آتی ہے کہ آپؑ ایک چوتھائی حصے کو اپنے حق کے دفاع اور موجودہ حالات کی وضاحت طلبی کے لئے کافی سمجھتی تھیں لیکن جب کوئی اثر نہ ہوا تو سب لوگوں کو اور خصوصاً انصار کو موردِ عتاب قرار دیا اور اپنے کلام کا تازیانہ ان کے ذہن و فکر پر برسایا اور بتایا کہ اسلام کی نئی حکومت کی حفاظت کا کام اسی سوسائٹی میں موجود ایک فرد پر ظلم کر کے انجام نہیں دیا جاسکتا اور ایسی اسلامی حکومت پر دل کو مطمئن نہ کیا جاسکتا کہ جس میں ایک شخصیت (بنامِ فاطمہؑ) پر ظلم ہوا اور دوسرے خاموش رہے اور یہ خاموشی اس لئے نہیں تھی کہ اس میں مصلحت اور خدا کی خوشنودی کے طالب تھے بلکہ یہ ان کی تن آسانی اور موقع پرستی تھی۔ ہاں جب کسی سوسائٹی میں حضرت زہراؑ و امام علیؑ جیسی مشہور شخصیات پر ظلم ہوتا رہے جو کہ ایثار و قربانی اور قیام و استقامت کا مظہر ہیں، تو مسلمہ طور پر دوسروں پر ظلم ہوگا اور ایسے معاشرے کو خدا کا پسندیدہ اور رسولؐ کے لئے قابلِ قبول سوسائٹی قرار نہیں دیا جاسکتا۔

خطبہ فدک کا اصلی ہدف:

اگرچہ جناب زہراؑ کی مدد کے لئے کوئی نہیں اٹھا اور ان کے کلمہ حق کو یاورو انصار نصیب نہیں ہوئے اور حاکمِ وقت نے بظاہر تسلیم کرتے ہوئے یہ خطا عام مسلمانوں کے سر ڈال دی اور انہیں بھی اپنے ساتھ شریک گردانا اور جناب زہراؑ کا احترام بجا لاکر معاملات و حالات کو ٹھیک کرنے کی کوشش کی لیکن جو کچھ معلوم ہونا چاہئے تھا وہ ہو گیا۔ جو بات بی بی کی تقریر سے روز روشن کی طرح عیاں تھی، وہ یہ تھی کہ فدک کو جناب فاطمہؑ کے قبضے سے چھیننا قرآن مجید کی پانچ آیتوں کی صریح مخالفت ہے۔ اگر کوئی حاکم اپنی حکومت کے ابتدائی ایام میں، جو کہ سنہری ایام ہیں اور رسول اللہؐ کی وفات کو بھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا ہے اور سب لوگ یہ سمجھ چکے ہیں کہ موت کا ذائقہ ہر ایک کو چکھنا ہے اور اس کے باوجود قرآن کی اس طرح مخالفت کرے اور جب سب سے پہلا مظلوم اتنی مشہور، ایثارگر اور رسول اللہؐ کی اکلوتی اولاد ہو، تو ایسی حکومت مضبوط ہوجانے کے بعد اور اپنے جڑیں مضبوط کر لینے کے بعد عام اور غیر معروف لوگوں کے ساتھ کیا سلوک روا رکھے گی۔؟! اور جب قرآن کیمحکم اور واضح آیات کی جو کہ امہات کتاب ہیں، عمداً یا سہواً مخالفت کی جائے تو پھر کتاب خدا میں سے اور کیا رہ جائے گا۔!؟

اگر مخاطب نے کلام کی گہرائی کو سمجھ لیا ہوتا اور دل میں اخلاص ہوتا تو فوراً کنارہ کشی اختیار کر لی جاتی اور اگر لوگ آپؑ کی گفتگو کی حقیقت کو جان لیتے تو خود قدم اٹھاتے۔ جناب زہراؑ کو بھی اسی بات کا انتظار تھا چنانچہ جب گھرواپس لوٹیں تو حضرت علیؑ سے فرمایا: میں اس حال میں گھر سے نکلی تھی کہ "خرجت کاظمۃ و عدتٌ راغمۃ"۔

بنابریں جناب زہراؑ کی جو تعریف جواب میں کی گئی اسے سنجیدہ نہیں لینا چاہئے کہ پہلے تو بی بی سے اشارتاً کہا کہ آپ کے بابا کافروں پر سخت اور مومنوں پر رحیم تھے لہذا آپ کو بھی ہم پر رحیم ہونا چاہئے اور شمشیر زبان کو دشمن پر چلانا چاہئے نیز یہ کہ بی بی کا عمل رسول اللہؐ کے عمل سے (نعوذ باللہ) مختلف تھا۔ اور اس کے بعد آپ کی تعریف کرنا شروع کی کہ آپ تو صدیقہ ہیں، حق اور جنت کی جانب ہمارا رہنما ہیں، آپ کی عقل و

دانش کسی پر پوشیدہ نہیں وغیرہ۔

پھر اس سوال کے جواب میں کہ اگر ایسا ہے تو میرا حق کیوں غصب کیا ہے؟ فدک کے بارے میں میری بات کو اہمیت کیوں نہیں دی جارہی؟ اور فرمانِ خدا و رسولؐ جو کہ بہشت کی طرف راہنما ہیں، کی مخالفت کیوں کی جارہی ہے؟ یہ کہا: خدا کی قسم میں نے رسولؐ کی رائے سے تجاوز نہیں کیا ہے۔ جو کچھ کیا وہ انہی کی اجازت سے تھا۔ اور قافلہ سالار کبھی اپنے ساتھیوں سے جھوٹ نہیں بولتا۔ میں خدا کو گواہ ٹھہراتا ہوں اور اس کی گواہی کافی ہے کہ میں نے رسول خدا کو سنا کہ آپ نے فرمایا: "ہم گروہ انبیاء سونا چاندی، گھر اور زمین وراثت نہیں چھوڑتے بلکہ صرف کتاب، حکمت، علم اور نبوت کی میراث چھوڑتے ہیں اور جو کچھ ہمارے بعد باقی بچے وہ ہمارے بعد آنے والے ولی امر کے اختیار میں ہوتا ہے وہ جس طرح مصلحت سمجھے تصرف کر سکتا ہے۔"

اس حدیث کو جناب زہراؑ نے قرآنی آیات کی مدد سے غلط ثابت کر دیا تھا لیکن اس کے ذریعے سے وہ چاہتے تھے کہ فدک کے ملکیتِ فاطمہؑ میں ہونے کا انکار کریں اور پھر قسم بھی کھائی اور خدا کو گواہ بھی ٹھہرایا تاکہ مسجد میں موجود لوگ جو کہ یقیناً بی بی کے خطبے کے زیرِ اثر تھے، انہیں اپنی جانب مائل کر لیا جائے اور وہ جان لیں کہ دین کے خلاف کوئی کام انجام نہیں پایا ہے اور فدک کی قرقی رسولِ اکرمؐ کے حکم اور ان کی حدیث کے مطابق ہے۔

اس کے بعد فدک کے استعمال کا ذکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ بھی مسلمانوں کے اجماع کے مطابق ہے کہ اسے باطل کی راہ میں خرچ نہیں کر رہے بلکہ کافروں اور مرتدوں کے خلاف استعمال کر رہے ہیں۔

اس موقع پر جناب صدیقہؑ نے ایک "سبحان اللہ" کہہ کر تمام باتوں پر پانی پھیر دیا اور فرمایا: سبحان اللہ! میرے بابا رسول اللہؐ نے کتاب خدا سے کبھی منہ نہیں موڑا اور نہ وہ اس کے احکام کے مخالف تھے۔

سبحان اللہ کا جملہ اس وقت استعمال کیا جاتا ہے جب کوئی بہت بے تکی تہمت کسی پر لگائے جس کے غلط ہونے کا سب کو اچھی طرح علم ہو۔ گویا یہ تہمت خدا پر بھی جاتی ہو کہ اس نے ایسے غلط انسان کو پیدا کر کے کوئی معیوب کام کیا ہے۔

بہر صورت بی بی فاطمہؑ نے ایک سبحان اللہ کہہ کر سب کو یہ جتا دیا کہ یہ سب باتیں غیر حقیقی ہیں اور پھر اپنی بات کی وضاحت کرتی ہیں کہ کیا رسول اللہؐ کلامِ الہی کے برخلاف حکم دیں گے؟ کیا وہ احکامِ الہی سے روگرداں تھے؟

اس کے بعد دوبارہ اور مزید تاکید کے ساتھ اور قرآنی آیات کی تلاوت کر کے حاکم کی دلیلوں کو باطل ثابت کرتی ہیں۔

اس مرتبہ وہ یہ کہہ کر کہ "خدا، رسولؐ اور ان کی بیٹی سچ فرماتی ہیں" انکی تعریف کرتا ہے لیکن اپنے تمام اعمال کا گناہ مسلمانوں پر ڈالتے ہوئے کہتا ہے: یہ مسلمان میرے اور آپ کے درمیان فیصلہ کریں گے۔ انہوں نے حکومت میرے کاندھوں پر ڈالی ہے اور میں نے ان کے اتفاق اور اجماع سے فدک پر قبضہ کیا ہے۔

اس موقع پر آخری اتمامِ حجت کے لئے بی بی نے عام مسلمانوں سے خطاب کیا اور باطل امور کی قبولیت اور حق سے چشم پوشی نیز قرآن پر تدبر نہ کرنے پر ان کی مذمت کی اور جب دیکھا کہ وہ کسی صورت بھی اپنے عمل سے دستبردار ہونے پر تیار نہیں ہیں اور کسی بھی وجہ سے ان کے حق کا دفاع نہی کرنا چاہتے تو پدر بزرگوار کی قبر کی طرف رُخ کیا اور چند اشعار پڑھ کر مقامِ اہلبیتؑ اور مخالفوں کی بدعتوں کو طشت از بام کرنے کے بعد مسجد سے باہر نکل گئیں۔